شاہان اودھ اور اشاعت علوم

مولانا مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل وفاضل مشرقیات

اٹھارویں صدی کا آخری زمانہ ہندوستان کے لئے بہت زیادہ خطرناک تھا۔غیرملکی سفید رنگ حکومت کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ بنگال کا جادو پھیل گیا تھا لٹیروں نے دلی کے گلی کوچے لوٹ لئے، کاشانے ویران، محفلیں برہم لوگ، تباہ،عزت دار پریشان، بادشاہ غلام، رہے سہے رئیسوں پر ادبار کے ہاتھوں عیش پرستی کا بھوت سوار، سیاست اور مکاریوں نے جڑیں پکڑلیں، بے ہوشی اتنی عام کہ تخت نشین قید ہوگئے مگر اطمینان واپسی پر قسمیں کھا رہے ہیں۔

ایسے خلفشاری دور میں نواب آصف الدولہ بہادر لکھنؤ آئے۔ ۱۷۷۵ء کے قریب فیض آباد اور دلی کے بے آس ودل شکستہ کھنچ آئے، یہاں خزانے کھلے ہوئے تھے۔

سب سے پہلے ادیبوں کا استقبال کیا گیا میرؔ،سوداؔ،حسنؔ وغیرہ نے محفل جمائی۔

فرنگی محل کے علماء جو عالمگیر کے عہد سے یہاں موجود تھے، بڑی بڑی قدردانیوں اور انعامات سے سرفراز ہوئے۔

حضرت غفرانمآبؒ

اب لکھنؤ میں ادب، حدیث، فقہ واصول، منطق،فلسفہ کے بڑے بڑے حلقے قائم ہوگئے فرنگی محل سے حدیث، منطق،فلسفہ پر کتابیں لکھی جا رہی تھیں اور آل غفرانمآبؒ کلام فقہ، اصول، حدیث، ادب پر بڑے بڑے کام کر رہے تھے۔

میرؔ،سوداؔ،حسنؔ،انشاؔ، وغیرہ ادبی مشاغل میں سرگرم تھے اور اردو کی پرورش ہو رہی تھی، مولانا سید علی صاحب قبلہ جو غفرانمآب کے فرزند ارجمند تھے ان کے حساس دماغ نے سب سے پہلے اردو تفسیر لکھی جس کا نام 'توضیح المجید' ہے پھر اسی خاندان کے دوسرے محترم بزرگ حضرت تاج العلماء المتوفی ۱۳۰۲ھ نے قرآن مجید کا ترجمہ اور بے شمار اردو تصانیف سے مختلف خزانے اردو میں جمع کردئے۔عبرانی زبان کا تصرف اردو میں سب سے پہلے موصوف ہی نے فرمایا۔

مغل عہد میں اگر مکہ مکرمہ کے علمی ادارے مالی امداد سے مستفید ہوتے تھے تو نجف کی علمی بارگاہ اودھ کے ہدیوں سے مالا مال تھی۔ آپس میں بے تعصبی کی وجہ سے علمی حلقوں کی وسعت کا اندازہ دشوار ہے مسلمانوں کا ذکر کیا، ہندوؤں پر بادشاہوں کی عزت افزائیوں کا حال، ٹیکا رام تسلی، راجہ کندن لعل، وغیرہ سے پوچھئے۔

شخصی مدارس کے علاوہ بیس مدرسے شاہی اخراجات سے چلتے تھے (نجم الغنی تاریخ اودھ ص ۹)

نصیرالدین حیدر بہادر نے یورپ سے آلات رصد منگا کر بہت بڑے پیمانہ پر رصدخانہ بنوایا، جس میں کئی کئی ہزار کی تنخواہوں پر ماہرین کام کرتے تھے جناب مسعود حسن صاحب ادیب مدظلہ نے اپنے مضمون ''غدر سے پہلے لکھنؤ کے شاہی کتب خانے اور مطبع'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ۱۸۴۹ء میں اس کے منشی ''کمال الدین حیدر'' تھے۔نجم الغنی صاحب نے کہا ہے کہ امجد علی شاہ کے زمانہ میں پھر سے اس رصدخانہ کی اصلاح ہوئی۔(ص ۹ ج ۵)

نواب غازی الدین حیدر نے ''سب سے پہلا مطبع لکھنؤ میں قائم کیا''۔(ادیب) جس سے اشاعت کتب میں

بڑی حد تک کامیابی ہوئی اور نہ معلوم کتنی کتابیں اس سلطانی مطبع سے عوام تک پہنچیں۔ میں نے اس پریس کی شائع شدہ کتابوں سے تین کتابیں دیکھی ہیں۔

(۱)مناقب حیدریه،یہ کتاب غازی الدین حیدر المتوفی ۱۲۴۶ھ کی مدح میں ہے،صاحب نفحۃ الیمن احمد بن محمد یمنی شروانی کی عربی تصنیف ہے۔اس کے ٹائیٹل پر یہ عبارت ہے۔

"قداستتب بعون رب البرية،طبع هذالكتاب المسمىٰ بالمناقب الحيدريه فى المطبعة المباركة السلطانية بدار الخلافه لكهنؤ المحمية، نهار السابع والعشرين من شهر ربيع الاول سنة الف مائتين وخمس وثلاثين من الهجرة النبوية"

(۲)فوائد حیدریه :محمد صادق خاں اختر کی کتاب ہے۔فارسی زبان میں شاہ زمن کی مدحت سرائی کی ہے یہ کتاب تاریخی طور پر سابق الذکر کتاب سے زیادہ مفید ہے۔کتاب کے آخر میں ہے۔

"تم الكتاب بعون الملك الوهاب واستتب طبعه نهار الاحد غرة شهر شعبان المكرم سنة ثمان وثلاثين بعدالمائتين والالف من الهجرة النبوية بدار السلطنتة لكهنؤ"

(۳) ہفت قلزم یہ کتاب سات جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور غازی الدین حیدر بہادر کی تصنیف ہے۔اس کی ترتیب وجمع آوری مولوی مقبول محمد کے ہاتھوں ہوئی۔جنہوں نے خاتمہ کتاب میں لکھا ہے۔"الحمدللله والمنه که ہفت جلد کتاب فرہنگ رفعت که مسمّیٰ به ہفت قلزم از تالیف حضرت جہاں پناہ......

غازی الدین حیدر بادشاہ غازی..........

"روزے به تقریبے می فرمودند که درروزاکثر امور مرجوعه مالی وملکی فراغت گرفته ودادستم رسید گان ومظلومان داده وحاجت جمیع حاجت منداں برآورده به تحریر مسوده یک کتاب از سرشام زمان برخواسته ایم که سپیده صبح دمید"

پیش نظر جلد روز عید وماہ سعید ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ میں طبع ہوئی۔

(۴)چوتھی کتاب گلدستہ محبت ہے جو ۱۲۳۹ھ میں شائع ہوئی اس کے بعد برابر طباعت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ۱۲۴۳ء میں سلیماں جاہ نصیر الدین حیدر بہادر تخت نشین ہوئے۔شاہ موصوف کی علم پروری کا یہ عالم تھا کہ "ٹرنر ماکن" نے جب کمپنی سے اشاعت شاہ نامہ فردوسی کی درخواست کی تو کمپنی نے اس بارگاہ کا پتہ دیا چنانچہ کریم بادشاہ نے ہزار ہا روپیہ صرف کر کے شاہ نامہ شائع کرایا اس سے قبل دنیا میں شاہ نامہ شائع نہیں ہوا تھا۔

(اس شاہ نامہ پر ایک مفصل مقالہ سپرد قلم کر چکا ہوں)

اب تک شاہی پریس ٹائپ حروف میں تھا شاہ موصوف نے مسٹر ارچر کو ۱۸۳۰ء کے قریب کانپور سے بلا کر لکھنؤ میں سنگی مطبع قائم کرایا جس سے سب سے پہلے کتاب بهجة المرضیه شرح الفیہ المشہور بہ سیوطی شائع ہوئی جو حقیر کے پاس محفوظ ہے جناب ادیب نے تحریر فرمایا ہے:۔

"ڈاکٹر اسپرنگر کے قول کے مطابق ۱۸۴۸ء میں شاہی مطبعوں کے علاوہ بارہ غیر سرکاری مطبع بھی قائم تھے۔ان میں حاجی محمد حسین اور محمد مصطفی خاں کے مطبع نہایت اچھے تھے۔"

۱۸۴۹ء میں یہ شاہی مطبع ٹوٹ گیا تھا لیکن حکومت کی طرف سے کتابوں کی اشاعت ہوتی تھی لیکن سلطان المطابع کی مہر سے کسی دوسرے پریس میں چھپتی تھی،میرے پاس متعدد قسم کی ایسی کتابیں ہیں جو ۱۸۵۷ء سے پہلے کی شائع شدہ ہیں۔

(۱)رسالہ رجعیہ مجلسی ۱۱۱۱ھ جس کے ٹائیٹل پر ہے۔

"حسب الحکم مہر ذیل مطبع کثیر المنافع المسمیٰ بہ سلطان المطابع باہتمام کپتان مقبول الدولہ مرزا محمد مہدی علی خاں قبول،

درکلاں کوٹھی بکارخانہ حاجی ولی محمد طبع شد۔''

تحریر الشہادتین میں ہے۔

''مطبوعہ ولی محمد واقع چوک قدیم لکھنؤ متصل دروازہ سرائے۔''

(۲)''افسانہ عشق'' مثنوی حضرت واجد علی شاہ المتوفی ۱۳۰۶ھ اس میں ''حسب الحکم الخ'' والی عبارت نہیں ہے۔ بلکہ ''بہ مطبع سلطان باہتمام خانہ زاد قدیم مدد علی طبع شد''

(۳)سرور سلطانی ''رجب علی بیگ سرورؔ المتوفی ۱۸۶۷ء اس میں بھی حسب الحکم مہر کثیر المنافع ''نہیں ہے بلکہ ''در بیت السلطنت لکھنؤ بہ مطبع سلطانی بجانفشانی وعرق ریزی محمد حسین منطبع شد''

ان عبارتوں کو یکجا کرنے سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

(۱) سلطان المطابع کی مہر سے کتابیں شائع ہوتی تھیں لیکن بعض کتابیں بغیر مہر بھی چھپتی تھیں۔

(۲) شاہی کتابوں پر مہر طبع نہیں ہوتی تھی۔

(۳) اس مہر کے مہتمم مرزا مہدی علی خاں قبولؔ تھے، لیکن دو چیزیں تفصیل طلب ہیں۔

(۱) بہ حسب الحکم مہر کا کیا مطلب ہے؟

(۲) مرزا مہدی خاں قبولؔ کون صاحب ہیں؟

اس کے علاوہ اہل علم کی قدردانیاں انعامات وغیرہ نے لکھنؤ میں خاص طور پر اور پورے ملک میں اہل علم میں بہت بڑی حد تک اضافہ کر دیا تھا خود بادشاہ بھی علوم متعارفہ میں پوری طرح ماہر ہوتے تھے جیسا کہ ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔

لکھنؤ کے ان مشاغل کو دیکھ کر اس وقت کے حیدرآباد ،رامپور، بھوپال یا اور بڑی بڑی ریاستوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ لکھنؤ نے علم کی ترقی کے لئے جو انتظام کیا تھا وہ اس دور کے لحاظ سے محیر العقول چیز تھی۔

(ماخوذ از ''الواعظ''، لکھنؤ، جون ۱۹۴۹ء)

ثانئ اسدؑ کردگار

جناب سید خورشید حیدر صاحب خورشیدؔ جائسی

عباسؑ معدن، شرف و افتخار ہے
عباسؑ یادگار شہ ذوالفقار ہے
قوت میں، حوصلہ میں، شجاعت میں، رعب میں
عباسؑ ثانئ اسد کردگار ہے
آئے مقابلہ میں یہ کس کی مجال ہے
شیرؑ خدا کا شیر ہے یہ آشکار ہے
محرم ہے یہ حسینؑ کا، فرزند علیؑ کا ہے
یہ باغ دین مرسلؐ حق کی بہار ہے
نصرت سے اس کی دین نبیؐ کو ہوا فروغ
عالم میں مثل مہر یہ اب نوربار ہے
یہ مظہر جلال ہے اور والاشان ہے
یہ آسمان فضل ہے اور ذی وقار ہے
شبیرؑ کا معین ہے، حیدرؑ کا شیر ہے
حق تو یہ ہے کہ قدرت پروردگار ہے
ہے دین کا نصیر، شریعت کا ہے ظہیر
شبیرؑ کا وزیر ہے، ذی اقتدار ہے
اس کی تجلیوں کی چمک چارسو ہے آج
خیبرشکن کے زور کا یہ ورثہ دار ہے
جان وفا سے نام وفا کو بقا ملی
عباسؑ گلستان وفا کی بہار ہے
روضہ پہ شان و دبدبہ کیوں کر نہ ہو عیاں
شبیرؑ سے غیور کا یہ جاں نثار ہے
خورشیدؔ پر بھی اک نگہہ لطف کیجئے
کس کشمکش میں آج پھنسی جان زار ہے

☆☆☆☆☆